Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5، شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری کا مطالعہ

A Study of Akhtar Sharani's Non-Romantic Poetry

Shahnaz Parveen
PhD Scholar Department of Urdu,
Riphah International University, Faisalabad Campus
sp2653286@gmail.com

شہناز پروین
پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Dr. Shahida Yousaf
Associate Professor Department of Urdu,
Riphah International University, Faisalabad Campus

ڈاکٹر شاہدہ یوسف
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Abstract

This research article explores the non-romantic dimensions of Akhtar Sharani's poetry highlighting its intellectual depth social consciousness and aesthetic complexity. While Sharani is widely celebrated as a romantic poet this research article argues that his non-romantic verse presents a profound engagement with existential anxieties human suffering and socio-cultural contradictions. His poetry reflects themes of disillusionment fragility of life, and psychological conflict articulated through a deceptively simple yet symbolically rich style. The study examines selected poems to demonstrate how Sharani transforms personal emotion into a broader philosophical inquiry. His treatment of love and spirituality reveals an interplay between romantic imagination and realistic perception. Moreover, his poetic imagery and narrative voice expose moral decline social tensions, and inner fragmentation. The research situates Sharani within a wider Urdu literary tradition emphasizing his role as a thinker beyond romanticism. Ultimately, his non-romantic poetry emerges as a space of reflective resistance and intellectual awakening, inviting readers toward critical contemplation.

Keywords: *Akhtar Sharani, Non-romantic Poetry, Urdu Literature, Existentialism, Social Consciousness, Realism, Symbolism, Aesthetics, Human Psychology, Literary Analysis*

کلیدی الفاظ: اختر شیرانی، غیر رومانوی شاعری، اردو ادب، وجودیت، سماجی شعور، حقیقت نگاری، علامت نگاری، جمالیات، انسانی نفسیات، ادبی تجزیہ

اختر شیرانی کی شاعری عموماً رومانویت کی لطافتوں اور جمالیاتی احساسات سے وابستہ سمجھی جاتی ہے تاہم ان کا غیر رومانوی شعری سرمایہ بھی فکری عمق اور سماجی شعور کی ایک وقیع مثال کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس جہت میں وہ محض جذباتی کیفیات کے اسیر نہیں رہتے بلکہ انسانی وجود کے پیچیدہ مسائل حیات کی تلخیوں اور معاشرتی تضادات کو نہایت بالغ نظری اور فنی چابک دستی کے ساتھ شعری قالب میں ڈھالتے ہیں۔ ان کی غیر رومانوی شاعری میں حقیقت نگاری کا رنگ غالب ہے جہاں محرومی شکستِ آرزو اور ناپائیداریِ حیات جیسے موضوعات ایک گہرے داخلی کرب کے ساتھ ابھرتے ہیں۔ ان کا اسلوب بظاہر سادہ مگر معنوی سطح پر نہایت پر اثر اور تہہ دار ہے جو قاری کے شعور میں دیرپا ارتعاش پیدا کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں فکری پختگی اور باطنی بصیرت کا عنصر نمایاں طور پر جلوہ گر ہے جو انہیں محض ایک رومانوی شاعر کے محدود دائرے سے نکال کر ایک ہمہ گیر اور بصیرت افروز ادیب کے مقام پر فائز کرتا ہے وہ معاشرتی اقدار کے انحطاط اخلاقی زوال اور انسانی نفسیات کی پیچیدگیوں کو نہایت باریک بینی اور فنی نزاکت کے ساتھ اجاگر کرتے ہیں ان کے ہاں درد اور حقیقت کا حسین امتزاج ایک ایسی فضا تشکیل دیتا ہے جو قاری کے

احساسات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اس کے فکری افق کو بھی وسعت عطا کرتا ہے۔ اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری اردو ادب میں ایک سنجیدہ بامقصد اور فکری طور پر زرخیز روایت کی نمائندگی کرتی ہے جو زندگی کے حقیقی اور غیر مرئی پہلوؤں کو نہایت دلکش اور مؤثر پیرائے میں پیش کرتی ہے۔ اختر شیرانی اردو ادب کے ایک عظیم رومانوی شاعر اور ادبی شخصیت تھے جن کی پیدائش ۴ مئی ۱۹۰۹ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی ان کا اصلی نام محمود داؤد خان تھا مگر ادبی محفلوں میں انہیں اختر کے نام سے جانا گیا۔ اختر کا خاندانی پس منظر افغان نسل سے تعلق رکھنے والا ممتاز اور علم دوست خاندان تھا جس نے ان کی ابتدائی تربیت اور تعلیم میں کلیدی کردار ادا کیا ان کے والد حافظ محمود خاں شیرانی نے نہ صرف قرآن و فارسی کی ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا بلکہ اختر کی ذہنی و جسمانی تربیت خوش نویسی اور کھیل کود کے لیے بھی بہترین انتظامات کیے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اختر شیرانی نے لاہور کے اورینٹل کالج میں فارسی اور ادبی علوم کی تعلیم حاصل کی جہاں ان کی علمی قابلیت اور ادبی ذوق کو بہت سراہا گیا۔ اختر شیرانی کی شخصیت میں آزادی پسندی اور بے نیاز طبعیت نمایاں تھی انہوں نے تعلیم کے مواقع کو ادب اور شاعری کی محبت کے سامنے ثانوی حیثیت دی اور تعلیمی اور ملازمت کے اعلیٰ عہدوں کو مسترد کر کے اپنی زندگی کو مکمل طور پر ادبی آزادی کے لیے وقف کیا ان کا ادبی ذوق نہ صرف شاعری میں بلکہ اداریہ رسائل کی ادارت اور ترجمہ و تدوین میں بھی بھرپور نظر آتا ہے انہوں نے متعدد رسائل جیسے ''ہمایوں''، ''انتخاب'' ''خیالستان''، ''رومان'' اور ''شاہکار'' کی ادارت انجام دی اور عوفی کی ''جامع الحکایات'' کا ترجمہ و خلاصہ بھی مرتب کیا جس سے ان کے علمی اور ادبی دائرہ کی وسعت عیاں ہوتی ہے۔

اختر شیرانی کی شاعری میں رومانی رنگ غالب تھا مگر ان کے غیر رومانوی پہلو میں انسانی تجربات وجدانی جذبات اور عملی زندگی کے معروضی مسائل بھی بخوبی نظر آتے ہیں ان کے کلام میں خارجی مظاہر اور حسّی مشاہدات کی باریکی کے ساتھ اندرونی جذبات اور روحانی لطافت کا امتزاج پایا جاتا ہے اس کی مثال ان کی نظم ''او دیس سے آنے والے بتا'' اور غزل ''نہ لے جا خلد میں یارب'' میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں عشق درد اور انسانی فکر ایک ساتھ جلوہ گر ہیں اختر کے ادبی ذوق میں کلاسیکی فارسی شاعری اور اردو ادب دونوں کا اثر نمایاں ہے جس سے ان کا کلام نہ صرف رومانی بلکہ فکری گہرائی کا حامل بھی بنتا ہے۔ اختر شیرانی کی زندگی اور شاعری میں ایک خاص پہلو ان کا عشق تھا جو انہوں نے سلمٰی کے لیے محسوس کیا یہ عشق ان کے تمام کلام میں واضح طور پر جھلکتا ہے اور ان کے جذبات و احساسات کی شدت اور خلوص کی عکاسی کرتا ہے ان کی محبت کی داستان اور اس کے اثرات نے ان کی شاعری کو نہ صرف رومانوی حسن عطا کیا بلکہ انسانی جذبات کی حقیقت پسندی اور جمالیاتی لطافت کو بھی بڑھایا۔ اختر شیرانی کے ادبی خدمات کا دائرہ صرف شاعری تک محدود نہ رہا بلکہ رسائل کی ادارت ادبی خاکوں کی تخلیق اور ادبی ترجمہ و ترتیب کے ذریعے اردو ادب میں ان کے کام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ اختر شیرانی کی شخصیت میں نرمی جذباتی شدت اور فکری وسعت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے ان کا مطالعہ وسیع تھا اور ان کی ذاتی کتابوں اور مطالعہ کے کمرے میں ادب کی کئی صنفوں سے وابستگی اور ادبی گفتگو کا مرکزیت نمایاں تھی یہاں وہ نہ صرف اپنے کلام کی اصلاح کرتے بلکہ اپنے ہم عصر ادیبوں کے مسائل اور مشاورت کا حل بھی فراہم کرتے ان کا ادبی ذوق علمی قابلیت اور ادبی خدمات اردو ادب میں انہیں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہیں زندگی کے آخری حصے میں اختر شیرانی نے دوبارہ اپنے آبائی وطن ٹونک کا رخ کیا مگر آخر کار لاہور میں واپس آئے اور ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے محبوب شہر میں وفات پائی وہ ایک بیوہ اور دو بچوں کے والد تھے۔ اختر کی شاعری اور شخصیت آج بھی اردو ادب کے افق پر ایک روشن ستارے کی مانند چمکتی ہے جس کی رومانی کیفیت ادبی خدمات اور عشق و جذبات کی گہرائی ہر دور میں قاری کے لیے مشعل راہ ہے۔

اختر شیرانی کی تصانیف کا دائرہ کار نہایت متنوع اور فکری لحاظ سے گہرا ہے جس میں بچوں کی نظموں سے لے کر بالغ ادب تک شامل ہے ان کی غیر رومانوی شاعری میں زندگی کے تلخ حقائق انسانی وجود کے تضادات اور معاشرتی مسائل باریکی سے عیاں ہیں جو قاری کو صرف جمالیاتی لطف ہی نہیں بلکہ فکری غور و تدبر کی دعوت بھی دیتے ہیں مثلاً افسانوی خاکے "آئینہ خانے میں" اور حکایات و تراجم جیسے "جوامع الحکایات ولوامع الروایات" میں حقیقت نگاری اور انسانی نفسیات کی پیچیدگی نمایاں ہے۔ اختر شیرانی کی رومانی غزلیں اور نظمیں جیسے "صبح بہار" اور "اخترستان" رومانیت کے پردے میں بھی زندگی کی تلخیوں شکست آرزو اور سماجی تضادات کو اجاگر کرتی ہیں ان کے خطوط اور مراسلات مثلاً "اختر و سلمیٰ کے خطوط" انسانی تعلقات محبت اور باہمی فکری تبادلے کی عکاسی کرتے ہیں بچوں کے لیے تصانیف جیسے "پھولوں کے گیت" اور "نغمہ" حرم میں بھی زندگی کی حقیقتوں کا لطیف انداز میں اظہار موجود ہے ان کی غیر رومانوی شاعری ایک مضبوط فکری بنیاد رکھتی ہے جو قاری کو صرف جذباتی سطح پر نہیں بلکہ علمی و ادبی اعتبار سے بھی متاثر کرتی ہے اور انہیں اردو ادب میں ایک ہمہ گیر بصیرت افروز اور فکری طور پر معتبر شاعر کے طور پر مستحکم کرتی ہے۔

اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری میں زندگی کے عملی پہلو انسانی جذبات کی شدت اور وجودی احساس کی عکاسی نمایاں ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری میں رومانی رنگ غالب ہے لیکن بعض نظمیں اور غزلیں جیسے "او دیس سے آنے والے بتا" اور "نہ لے جا خلد میں یارب" روحانی فکر دنیا کی تلخیوں اور انسانی تجربات کو غیر مبالغہ جذبات کے ساتھ اجاگر کرتی ہیں۔ اختر کی شاعری میں خارجی مظاہر و حواس کا گہرا مشاہدہ نظر آتا ہے مگر اسے اندرونی جذبات اور فکری شعور کے ذریعے شعوری رنگ دیا جاتا ہے جو غیر رومانوی پہلو کو مضبوط بناتا ہے ان کے کلام میں حواسیہ حسن پسندی موجود ہے لیکن وہ زیادہ تر عملی زندگی انسانی تعلقات اور حقیقت پسندی کے تجربات پر مرکوز رہتی ہے جو اردو ادب میں ایک فکری و ادبی گہرائی عطا کرتی ہے۔ اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری کے مطالعہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ سیاسی و سماجی حقائق کی صراحت سے کم بحث کرتے ہیں تاہم ان کے ہاں جذبۂ حریت اور حبِ وطن ایک لطیف اور مہذب پیرائے میں جلوہ گر ہوتا ہے وہ آزادی کے تصور کو محض نعرہ نہیں بناتے بلکہ اسے ایک داخلی کیفیت اور جمالیاتی احساس کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ "ابرِ رواں" جیسی نظموں میں وطن سے وابستگی ایک نرم مگر گہری لہر کی صورت ابھرتی ہے جہاں رومان اور حقیقت باہم مدغم ہو جاتے ہیں اس طرح ان کی شاعری براہِ راست احتجاج کے بجائے احساس کی سطح پر اثر انداز ہو کر قاری میں خاموش فکری بیداری پیدا کرتی ہے جوش کے بر خلاف اختر شیرانی کی شاعری میں سیاسی اور سماجی حقائق کے تلخ نقطے کافی معدوم دکھائی دیتے ہیں اور جب کبھی آزادی کا ذکر کرتے ہیں تو اسے رومانیت کے پردے میں لپیٹ کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کی خاطر اپنی ہستی تک قربان کرنے کو تیار کرتے ہیں۔ اپنے مخصوص انداز میں اس کی تلخی کو رومانیت میں ڈبو دیتے ہیں۔ گوپال متل اختر شیرانی کے متعلق لکھتے ہیں:

> "میرا ننھا جوان ہو گا یہ وہ ننھا وہ ہندوستان ہے جو تحریکوں کے اندر پیدا ہوا ہے اور جدید رومانی شاعری نے اس کے کانوں میں اذان دی ہے اختر نے آزادی اور وطن دوستی کے ترانے گائے ہیں اور حصول آزادی کے لیے اپنا عشق تک قربان کر دینے کی باتیں کی ہیں اختر کے سینے میں ایک رومانی دل دھڑک رہا تھا اس لیے وہ شاعر کا کام زندگی کے حسن کو دیکھنا اور دوسروں کو دکھانا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاعر کا کام زندگی کے حسن کو دیکھنا اور دوسروں کو دکھانا ہے زندگی کے ناسوروں کے علاج کی کوشش کرنا اس کا کام نہیں ہے۔"(۱)

وطن کی محبت ان کی ایک نظم "ابر رواں" سے کیسے جھلکتی ہے جس میں وہ اپنے جذبات احساسات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے اختر شیرانی کی نظم "ابرِ رواں" ان کی غیر رومانوی جہت کو ایک منفرد انداز میں آشکار کرتی ہے جہاں حبِ وطن محض جذباتی نعرہ نہیں بلکہ ایک سنجیدہ داخلی تجربہ بن کر ابھرتا ہے شاعر جلاوطنی کے کرب وطن سے دوری کے احساس اور یاد کی شدت کو نہایت سادہ مگر اثر انگیز پیرائے میں پیش کرتا ہے یہاں رومانیت کے ساتھ ایک حقیقی دکھ اور محرومی کا شعور بھی شامل ہے جو قاری کو محض متاثر نہیں کرتا بلکہ سوچنے پر بھی آمادہ کرتا ہے اس طرح یہ شاعری نرم اسلوب میں گہری فکری معنویت اور خاموش قومی احساس کی ترجمانی کرتی ہے۔ وطن کی محبت ان کی ایک نظم "ابرِ رواں" سے کیسے جھلکتی ہے جس میں وہ اپنے جذبات احساسات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے اس ضمن میں نظم ابرِ رواں کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

اے ابرِ رواں جاسوئے وطن جاسوئے وطن اے ابرِ رواں!
اور چوم آجا کر روئے وطن ابروئے وطن اے ابرِ رواں!
دامن میں چھپا لا بوئے وطن خوشبوئے وطن اے ابرِ رواں!
اے ابرِ رواں جاسوئے وطن جاسوئے وطن اے ابرِ رواں!(2)

اختر شیرانی کی غزلیہ شاعری میں بظاہر روایتی لفظیات برقرار رہتی ہے مگر اس کے پس منظر میں ایک گہرا داخلی کرب اور غیر رومانوی شعور کارفرما دکھائی دیتا ہے ان اشعار میں غمِ دنیا محرومی اور انسانی بے بسی کو نہایت سادہ انداز میں پیش کیا گیا ہے یہاں شاعر جذباتی شدت کے بجائے تجربے کی صداقت کو اہمیت دیتا ہے جس سے اس کی شاعری میں ایک سنجیدہ فکری فضا قائم ہوتی ہے۔ صنفِ سخن جب قارئین کے سامنے پیش کی جائے گی تو قارئین پہلے ان کے اظہار کو پرکھیں گے اور بعد میں شاعر کے نظریے انسان دوستی اور اس کے فکری زاویے وغیرہ کو دیکھیں گے اب یہاں اس ضمن میں اختر شیرانی کی مختلف غزلوں کے چند اشعار جو ان کے شعری مجموعوں سے منتخب کیے ہیں ان کو تحلیل و تجزیے سے گزار کے ان کی غزلیہ شاعری کو پرکھنے کی کوشش کی ہے ملاحظہ کیجئے:

دو گھڑی مل بھی گئی گر غمِ دنیا سے نجات
چٹکیاں لیتا ہوا دم میں غمِ دوش آیا(۳)

ان اشعار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شعروں میں لفظیات کی حد تک کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں اوران اشعار کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ شاعر حسن و عشق کے روایتی استعاروں کو بھی محض جمالیاتی سطح تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ان کے ذریعے انسانی ناکامی اور ادھورے پن کو نمایاں کرتا ہے مئے پھول اور شباب جیسے استعارے اپنی روایتی معنویت کے باوجود یہاں بے اثری اور نامکملی کا استعارہ بن جاتے ہیں جو شاعر کی غیر رومانوی فکر کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

کچھ ایسے رحم کے قابل تھے ابتدا ہی سے ہم
کہ ان سے بھی ستمِ بے حساب نہ ہو سکا
یہ مئے چھلک کے بھی اس حسن کو نہ پہنچ سکی
یہ پھول کھل کے بھی اس کا شباب نہ ہو سکا(۴)

مجموعی طور پر یہ شاعری زندگی کے نشیب و فراز عروج و زوال اور مشاہدۂ کائنات کی وسعت کو سمیٹتی ہے شاعر کا اندازِ بیان سادہ ہونے کے باوجود فکری گہرائی رکھتا ہے جو قاری کو محض لطف اندوزی تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے ایک وسیع تر شعوری تجربے سے ہمکنار کرتا ہے۔ اس حوالے سے یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

فصلِ گل دیکھ چکے خزاں دیکھ چکے
ہم تماشائے گلستاں جہاں دیکھ چکے(۵)

اختر شیرانی کے شعر میں ایک منفرد غیر رومانوی رجحان نمایاں ہوتا ہے جہاں وہ جنت کے تصور کو رد کر کے دنیا کی حقیقت کو قبول کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں یہ طرزِ فکر محض جذبے کی نہیں بلکہ شعوری ادراک کی عکاسی کرتا ہے جس میں انسان اپنے تجربات اور مشاہدات کو ترجیح دیتا ہے یہاں شاعر فرار کے بجائے حقیقت سے وابستگی کو اہمیت دیتا ہے جو اس کی فکری سنجیدگی کا ثبوت ہے:

نہ لے جا خلد میں یا رب یہیں رہنے دے تو مجھ کو
یہ دنیا ہے تو جنت کی نہیں ہے آرزو مجھ کو

ہم دیکھتے ہیں کہ اختر کا ذہن کسی طرح اپنی دنیا کی تعمیر اپنے گوناگوں جذبات واحساسات میں جو ہر طرح کے مکر و فریب سے پاک ہو اور جہاں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں جسے پا کر شاعر مسرور ہو جائے اس دنیا میں کہیں گم ہو جائے جہاں اس کی تمام خواہشوں کی تکمیل ہو جائے وہ ایک ایسی دنیا کو پانے کو تڑپتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ان کی دوسری نظم "سرزمین عشق" بھی کچھ ایسے ہی خیالات کی عکاسی کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہیں ایسی جگہ موجود ہے جہاں پر سو عشق کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ وہ جہاں وہ پوری طرح عشق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے عشق اختر کی تخیلی دنیا کا ایک بے حد خاص رنگ ہے۔ جس کے بغیر انہیں دنیا کا ہر نظارہ پھیکا اور بے کیف معلوم ہوتا ہے یہ نظم ہمیں "اے عشق کہیں لے چل" کی ہی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے جس کا بیان وہ اس انداز سے کرتے ہیں۔ اختر کا آرٹ بھی اس کی شاعری کی خصوصیات میں شامل ہے۔ اختر ایک باکمال فنکار ہے وہ حسن لذتوں سے کو د بہرہ یاب ہوتا ہے۔ ان سے دوسروں کو بھی پورے طور پر اپنی صنعت کے اثر سے بہرہ یاب کر سکتا ہے۔ اختر کیٹس کی طرح الفاظ سے بت گری بھی کرتا ہے اس مجسم تصویر کشی میں اختر کا بڑا درجہ ہے اس کے صنم کدہ شعر میں بہت ہی حسین و جمیل نقوش ہوتے ہیں اس کے بنائے ہوئے اصنام زندگی سے بہرہ یاب نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

روپہلی چاندنی نے رات کو کھلی چھت پر
ادا سے سوتے ہوئے بار بار دیکھا ہے
سنہری پانی میں چاندی سے پاؤں لٹکائے
شفق نے تم کو سر جوئبار دیکھا ہے(۶)

اختر کی فنی مہارت ان کی تصویری اور پیکر تراشی جیسی شاعری میں نمایاں ہے جہاں الفاظ جیتی جاگتی تصویروں کا روپ دھار لیتے ہیں تاہم اس حسن نگاری میں بھی محض رومان نہیں بلکہ زندگی کی حرکت اور احساس کی سچائی موجود ہے ان کے تخلیق کردہ مناظر میں ایک داخلی زندگی اور معنوی گہرائی پائی جاتی ہے جو قاری کو محسوساتی سطح سے آگے لے جا کر فکری سطح پر بھی متاثر کرتی ہے چونکہ اختر کی بت گرانہ مصوری میں زندگی ہے۔ لہذا ہمیں ان بتوں میں حرکت اور آواز کا سراغ ملے گا۔ جنہیں اس نے تخلیق کیا ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

او دیس سے آنے والے بتا
کیا اب بھی وہاں کے پن گھٹ پر پنہاریاں پانی بھرتی ہیں
انگڑائی کا نقشہ بن بن کر سب ماتھے پہ گاگر دھرتی ہیں
اور اپنے گھروں کو جاتے ہوئے ہستی ہوئی چہکیں کرتی ہیں
او دیس سے آنے والے بتا!(۷)

ان کی شاعری میں ایک مثالی دنیا کی جستجو بھی دکھائی دیتی ہے مگر یہ محض خیالی فرار نہیں بلکہ انسانی خواہشات اور محرومیوں کا علامتی اظہار ہے وہ ایک ایسی دنیا کا تصور پیش کرتے ہیں جو فریب سے پاک اور سکون سے بھرپور ہو جس سے ان کے باطن کی بے چینی اور حقیقت سے ناآسودگی ظاہر ہوتی ہے اس طرح ان کی غیر رومانوی شاعری میں بھی فکر اور احساس کا گہرا امتزاج موجود ہے۔اختر کی "حقیقت کی موہوم راتوں" کی طرح اس کے فن میں بھی "محقق" اور "موہوم" چیزیں پائی جاتی ہیں۔اختر غیر مرئی اشیاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے۔ملاحظہ ہو:

او دیس سے آنے والے بتا !
کیا شام پڑے سڑکوں پہ وہ دلچسپ اندھیرا ہوتا ہے
اور گلیوں کی دھندلی شمعوں پر سایوں کا بسیرا ہوتا ہے
باغوں کے اندھیرے گوشوں میں جس طرح سویرا ہوتا ہے
او دیس سے آنے والے بتا!(۸)

اختر شیرانی کی نظم "سرزمینِ عشق" میں ایک مثالی اور ماورائی دنیا کا تصور دراصل محض رومانوی فرار نہیں بلکہ انسانی باطن کی گہری آرزوؤں اور نارسائیوں کا علامتی اظہار ہے یہ دنیا خارجی حقیقت سے بیزاری اور ایک پاکیزہ ہم آہنگ اور بے فریب وجود کی تلاش کی نمائندہ ہے اگرچہ اس میں عشق کا رنگ غالب ہے تاہم اس کے پس پردہ ایک فکری اضطراب اور حقیقی دنیا سے عدم اطمینان بھی کارفرما ہے اسی طرح ان کے ہاں وطن سے محبت بھی ایک فطری اور سنجیدہ جذبے کے طور پر ابھرتی ہے جو ان کی شاعری کو محض تخیل نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے ایک بامعنی داخلی تجربہ بنا دیتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اختر کا ذہن کسی طرح اپنی دنیا کی تعمیر اپنے گوناگوں جذبات واحساسات میں جو ہر طرح کے مکروفریب سے پاک ہو اور جہاں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں جسے پاکر شاعر مسرور ہو جائے اس دنیا میں کہیں گم ہو جائے جہاں اس کی تمام خواہشوں کی تکمیل ہو جائے وہ ایک ایسی دنیا کو پانے کو تڑپتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ان کی دوسری نظم "سرزمینِ عشق" بھی کچھ ایسے ہی خیالات کی عکاسی کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہیں ایسی جگہ موجود ہے جہاں پر سوز عشق کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں وہ جہاں وہ پوری طرح عشق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے عشق اختر کی تخیلی دنیا کا ایک بے حد خاص رنگ ہے جس کے بغیر انہیں دنیا کا ہر نظارہ پھیکا اور بے کیف معلوم ہوتا ہے یہ نظم ہمیں "اے عشق کہیں لے چل" کی ہی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے جس کا بیان وہ اس انداز سے کرتے ہیں:

اک سر زمینِ عشق ہے
ہنگامہ عالم سے دور آفتِ کہ ہستی سے دور
اس فکر کی دنیا سے دور اس ظلم کی بستی سے دور
اس رات اس دن سے الگ اس روح اس بستی سے دور(۹)

اختر کے کلام میں عشقیہ جذبے کے ساتھ وطنی جذبہ بھی ملتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اپنے وطن سے محبت کرنا ہے یہ ایک فطری عمل ہے وطن میں رہنے والے ہر انسان کو اپنی مٹی سے پیار ہوتا ہے اختر کو بھی اپنے وطن کی مٹی سے محبت ہے جس کا اظہار انھوں نے اپنی شاعری میں بڑی خوبی کے ساتھ کیا ہے۔ اختر شیرانی کی نظم "بڑھتے چلو" ان کی غیر رومانوی شاعری کا ایک توانا اور عملی اظہار ہے جس میں قومی شعور جرأتِ عمل اور اجتماعی بیداری نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔ یہاں شاعر محض حسن و عشق کی دنیا تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک ولولہ انگیز لہجے میں قوم کو بیدار کرتا ہے نظم میں جذبۂ حریت ایثار اور قربانی کو ایک سنجیدہ فکری پیغام کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس کا اسلوب خطیبانہ ہونے کے باوجود پر اثر ہے جو قاری میں عمل کی تحریک پیدا کرتا ہے اس طرح یہ شاعری حقیقت پسندی اور قومی احساس کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اس ضمن میں بڑھتے چلو ایک جنگی ترانہ کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

دلاورانِ تیغ زن بڑھے چلو بڑھے چلو!
بہادرانِ صف شکن بڑھے چلو بڑھے چلو!
سوادِ جنگ کر رہا ہے تیغ کا اشارہ پھر !
وطن کی خاک دیکھتی ہے خون فشاں نظارہ پھر !
افق پہ جگمگا رہا ہے فتح کا ستارہ پھر !
بفضلِ رب ذوالمنن بڑھے چلو بڑھے چلو!(۱۰)

اختر شیرانی کی نظم "بادل" بظاہر فطری مناظر اور جمالیاتی کیفیت کی عکاس ہے مگر اس کے باطن میں ایک لطیف غیر رومانوی احساس بھی پوشیدہ ہے بادلوں کی آمد جہاں تازگی اور شادابی کی علامت ہے وہیں یہ دل میں ایک انجانی اداسی اور یاد کی کسک بھی جگاتی ہے شاعر فطرت کے مظاہر کو محض حسن کے اظہار تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انہیں انسانی جذبات اور داخلی کیفیات کے آئینے کے طور پر پیش کرتا ہے اس طرح یہ نظم ایک متوازن فضا قائم کرتی ہے جہاں حسن اور احساسِ محرومی باہم مل کر ایک گہرا فکری تاثر پیدا کرتے ہیں اس ضمن میں نظم بادل کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

کیا شوخ کا پیغام لائے ہیں بادل
یہ سماں دیکھ کے دل اپنا بھر آتا ہے
کسی گلرخ کا تصور ہمیں تڑپاتا ہے
اختر اس حال میں ہم کو نہ ستائے بادل (۱۱)

اختر شیرانی کی نظم "برکھارت" میں فطرت کی منظر کشی کے ساتھ ایک گہرا غیر رومانوی شعور بھی موجود ہے شاعر بارش گھٹاؤں اور بہار کی آمد کو محض جمالیاتی منظر کے طور پر نہیں دیکھتا بلکہ اسے زندگی کی تازگی قدرت کی توانائی اور وجودی حیات کی علامت کے طور پر پیش کرتا ہے یہاں ہر منظر انسانی جذبات اور فکری بصیرت سے مربوط ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ شاعر حسنِ طبیعت کے مظاہر میں بھی حقیقت پسندی اور داخلی غور و فکر کو شامل کرتا ہے اس طرح یہ نظم نہ صرف منظر نگاری بلکہ فکری شعور کی بھی متوازن عکاسی کرتی ہے اس حوالے سے برکھارت نظم کے چند ااشعار ملاحظہ کیجئے:

گھٹاؤں کی نیل فام پریاں اُفق پہ دھومیں مچا رہی ہیں
ہواؤں میں تھرتھرا رہی ہیں فضاؤں کو گدگدا رہی ہیں

چمن شگفتہ دمن شگفتہ گلاب خنداں سمن شگفتہ
بنفشہ و نسترن شگفتہ میں پتیاں مسکرا رہی ہیں(۱۲)

اختر شیرانی کی نعتیہ اور دینی نظمیں ان کے کلام کی ایک غیر رومانوی جہت کو واضح کرتی ہیں جہاں عشقِ خدا اور بندگی کے جذبات جلوہ گر ہیں یہاں شاعر محض روحانی لطف کے لیے نہیں بلکہ ایمان و شعور کے اظہار کے لیے کلام تخلیق کرتا ہے اس میں تخلیقی حسن اور فکری سنجیدگی دونوں یکجا ہیں جہاں قدرت انسان اور کائنات کی تعریف نہایت سادہ مگر معنوی پیرائے میں کی گئی ہے اس طرح اختر کی یہ شاعری مذہبی احساسات کو ادبی حسن اور فکری گہرائی کے ساتھ پیش کرتی ہے جو قاری میں احترام و غور و فکر پیدا کرتی ہے اگرچہ اختر شیرانی زیادہ رومانی نظموں کے لیے مشہور ہیں لیکن ان کے کلام میں مذہبی رنگ بھی موجود ہے ان کی نعتیہ شاعری اور بعض ملی نظمیں اس کا ثبوت ہیں۔ خدا کی تعریف حمد و ثنا ملاحظہ ہو:

توسب کا مالک۔۔۔سب کا خدا تو!۔۔۔بے آسرا ہم اور آسرا تو!۔۔۔بندوں پہ شفقت۔۔۔ہے کام تیرا!
لیتے ہیں ہر دم۔۔۔ہم نام تیرا!۔۔۔تونے بنائی یہ ساری دنیا!۔۔۔یہ خوب صورت۔۔۔یہ پیاری دنیا!(۱۳)

اختر شیرانی کی نظم ''زمین پہ پھول آسماں پہ تارے'' میں دینی شعور اور قدرت شناسی یکجا ہو کر ایک غیر رومانوی اور معنوی کائناتی منظر پیش کرتے ہیں وہ خدا کی عظمت اور اس کی تخلیق کے مظاہر کو نہایت سادہ مگر اثر انگیز پیرائے میں بیان کرتا ہے جہاں پھول ستارے اور دیگر عناصر قدرت کی حکمت اور جمالیات کے آئینے کا کام دیتے ہیں اس نظم میں اختراعی حسن اور فکری سنجیدگی مل کر قاری کو محض نظارہ دیکھنے سے آگے لے جاتے ہیں اور خدا کی وحدت و قدرت پر غور و تدبر کی دعوت دیتے ہیں اس طرح یہ نظم اختر کی غیر رومانوی علمی اور روحانی شاعری کی معتبر نمائندگی کرتی ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

زمین پہ پھول آسماں پہ تارے خدا کی قدرت کے ہیں نظارے
زمین پہ پھول آسماں پہ تارے! سجے ہیں یہ کیسے پیارے پیارے
زمین پہ پھول آسماں پہ تارے! وہ سارے سنسار کا خدا ہے
سب اس کی قدرت سے بنا ہے! اس کی قدرت نے ہیں نکھارے(۱۴)

اختر شیرانی کی نعتیہ نظم ''لٹائے سجدے نہ کیوں'' میں واضح ہے ان کے کلام کی غیر رومانوی اور مذہبی جہت کی روشن مثال ہے اس میں شاعر محبت عقیدت اور خلوص کو نہایت سنجیدہ اور مؤثر انداز میں بیان کرتا ہے جہاں ہر مصرع میں رسولؐ کی عظمت اور روحانی تسکین جھلکتی ہے اختر کی نعت گوئی محض جذبے تک محدود نہیں بلکہ ادبی اور فکری مہارت کے ساتھ پیش کی گئی ہے جو ان کے مذہبی شعور اور تخلیقی قوت کی معتبر عکاسی کرتی ہے ان کا یہ کلام روحانی تفکر اور علمی ادبی حسن کا امتزاج پیش کرتا ہے نعت کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

لٹائے سجدے نہ کیوں آسمان مدینے میں
رسولِ پاکؐ کا ہے آستاں مدینے میں
قدم بڑھائے چلو ہر وان منزلِ شوق
ہے ابرِ رحمتِ حق گل فشاں مدینے میں(۱۵)

ان نعتوں میں اختر نے گہری عقیدت محبت اور خلوص کا اظہار کیا ہے انھوں نے حمد و ثنا بھی بیان کی ہے اور نعت گوئی بھی اپنی مثال آپ ہے جس سے ان کی مذہبی عقیدت کا والہانہ ثبوت ملتا ہے۔ اختر شیرانی کی نظم ''بہاریہ'' میں فطرت کے جلوے اور بہار کے جمالیاتی مظاہر کو دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک غیر رومانوی ادبی گہرائی بھی نمایاں ہے شاعر نہ صرف مناظرِ گل و چمن کے حسن کو بیان کرتا ہے بلکہ اس میں زندگی کی ناپائیداری یاد و احساسات کی پیچیدگیاں اور وجودی رنگوں کی تلخی کو بھی چھپائے بغیر پیش کرتا ہے بہار کی آمد اور بارش کے مناظر کے ذریعے اختر زندگی کی تازگی اور داخلی جذبات کی علامت کے طور پر منظر کشی کرتے ہیں جو محض جمالیاتی تفریح تک محدود نہیں بلکہ قاری کو فکری اور روحانی غور و تدبر کی دعوت دیتے ہیں اس طرح یہ نظم نہ صرف جمالیاتی حسن بلکہ فکری اور ادبی سنجیدگی کی متوازن مثال ہے۔

اختر شیرانی کی ''بہاریہ'' نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

دھوم ہے گلزارِ ہستی میں پھر آتی ہے بہار!
رنگ و بوئے خلد کا پیغام لاتی ہے بہار!
ابرِ گونجا باغ میں دھومیں مچاتی ہے بہار!
رس بھرے نغموں کا طوفان بن کے آتی ہے بہار!(۱۶)

اس نظم میں اختر شیرانی بہار کی آمد پر اپنے جذبات خیالات کا اظہار کیا ہے کہ جب بہار آتی ہے دنیا میں دھوم شور مچ جاتا ہے باغوں میں بادل گونجنے لگ پڑتے ہیں رس بھرے نغمے طوفان کی شکل میں آتے ہیں۔ کلیوں نے جیسے خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہیں سر پر چاندنی کا تاج بہار نے جیسے پہنا ہوا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بری نظر سے بچا کر رکھے۔ پھولوں میں کیسے بہار چھپ کر مسکراتی ہے کلیاں اب پھر کانٹوں اور خزاں یعنی پت جھڑ کے موسم سے ڈرتی ہے کیونکہ کلیاں رنگ برنگے پھولوں میں لہلہا رہی ہیں جیسے وہ خوشی سے ناچ رہے ہوں۔ زہرہ چاند ستارے بڑے فخر سے جھومتے ہیں جب چاندنی راتوں میں نغمے سناتے ہیں بادل و بجلی ہر شے میں اس کی چمک نظر آتی ہے جب بادل چھا جاتے ہیں تو مینہ کی ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگتی ہے تو نئی دلہن کی طرح اس کا منہ دھلوا جاتی ہے وادی و پھولوں پر چاندنی پھیلی ہوئی ہے نور سے خوشبو میں بہار نہاتی ہے وہ بہار باغِ دل سے دور ہے اس عالم میں بہار ہم کو ستاتی ہے اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ وہ محض رومان کے شاعر نہیں بلکہ ایک سنجیدہ مفکر اور باخبر عہد شناس ادیب بھی ہیں ان کے ہاں زندگی کی اصل معنویت جذباتی سرشاری کے بجائے حقیقت کے ادراک میں پوشیدہ نظر آتی ہے جہاں انسان اپنی داخلی کشمکش سماجی جبر اور وجودی بے معنویت سے نبرد آزما دکھائی دیتا ہے یہ شاعری محض احساسات کی ترجمان نہیں بلکہ ایک فکری مکالمہ ہے جو قاری کو غور و فکر کی نئی جہتوں سے آشنا کرتا ہے ان کے اسلوب میں سادگی کے باوجود جو معنوی گہرائی پائی جاتی ہے وہ ان کے فنی شعور اور تخلیقی بصیرت کی دلیل ہے اختر شیرانی کی غیر رومانوی شاعری اردو ادب میں ایک اہم اور معتبر اضافہ ہے جو نہ صرف فکری بالیدگی کا مظہر ہے بلکہ سماجی شعور کی بیداری کا مؤثر ذریعہ بھی بنتی ہے ان کا کلام قاری کو محض لطف اندوز نہیں کرتا بلکہ اسے اپنے عہد اور ذات کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرنے پر آمادہ کرتا ہے اس طرح ان کی یہ شاعری ادب کو محض جمالیاتی تجربہ نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے ایک زندہ اور متحرک فکری قوت میں تبدیل کر دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1. کلیاتِ اختر شیرانی، گوپال، متل نیشنل اکادمی، دہلی، ص ۱۵
2. کلیاتِ اختر شیرانی، ص ۳۸
3. طیورِ آوارہ، ص ۱۱۳
4. ایضاً، ص ۱۷
5. ایضاً، ص ۱۳۰
6. ایضاً، ص ۱۳۰
7. لالہِ طور، ص ۱۹
8. ایضاً، ص ۲۰
9. ایضاً
10. کلیاتِ اختر شیرانی، اخترستان، ص ۷۸
11. لالہِ طور، ص ۷۰
12. ایضاً، ص ۷۱
13. ایضاً، ص ۲۸
14. پھولوں کے گیت، ص ۸
15. شہرود، ص ۲۲
16. ایضاً، ص ۲۴

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Kaliyat-e-Akhtar Sherani, Gopal Mittal, National Academy, Delhi, p.15
2. Kilyat-i-Akhtar Shirani, p. 38
3. The wandering bird, p. 113
4. Ibid, p.17
5. Ibid, p. 130
6. Ibid, p. 130
7. Lalah-i-Toor, p. 19
8. Ibid, p.20
9. Ibid
10.Kiliyat-e-Akhtar Shirani, Akhtaristan, p. 78
11. Lala-i Toor, p. 70
12. Ibid, p. 71
13. Ibid, p. 28
14. Songs of flowers, p. 8
15. Shahrod, p. 22
16. Ibid, p. 24